انسان سے بھی اور اپنے آپ پر بہت افسوس' ندامت اور دکھ کا احساس بھی رہا۔ کیونکہ آپ کا خط نہیں آیا تھا۔ میں اس قدر خوف' پریشانی اور دکھ سے سوچتی ہوں کہ آئندہ کیا ہوگا۔ جب کہ آپ کو نہ خط لکھ سکوں گی نہ آپ کی تحریر پڑھ سکوں گی۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ میں خود کو باز رکھ سکوں گی ایسا کرنے سے۔ سمجھ نہیں آتا کہ کیا ہوگا اور مجھے کس طرح خود پر اختیار حاصل ہوگا۔ حیران ہوں کہ آخر کیا ہوا ہے مجھے جو کسی بھی چیز کا ذرا بھی احساس نہیں ماسوائے آپ کی تحریر اور خیال کے۔ مجھے کبھی یقین نہ تھا کہ کتابوں اور شعروں کی باتیں اتنی گہری سچائی بھی رکھ سکتی ہیں جنہیں بخوبی خود بخود ہی محسوس کیا جا سکے۔

شادی سے خوف آتا ہے۔ اس قدر عجیب' گہری' شدید اور وسیع تنہائی' بے گھری' جلاوطنی اور خالی پن کا احساس ہونے لگتا ہے کہ جیسے میں بالکل شکستہ ہو جاؤں گی اور میری شخصیت جو کچھ بھی ہے ظاہری اور باطنی روح اور جسم سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ مسخ ہو جائے گا۔ میں بالکل خالی ہو جاؤں گی۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا' کچھ بھی باقی نہیں بچے گا' خالی برتن کی طرح۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کسی شدید طوفان میں اور جنگل میں اور اندھیرے میں بالکل بے پناہ اور اکیلی ہو جاؤں گی اور جائے پناہ کہیں نہ ہوگی۔ گھر کا راستہ کوئی نہ ہوگا کیونکہ میں سوچتی ہوں تب میرا کوئی گھر ہوگا ہی نہیں۔ وہ کسی اور انسان کا گھر ہوگا' میرا نہیں کیونکہ وہاں نہ میرے تمام خواب ہوں گے اور نہ آرزوئیں اور وہ تمام مختلف اور منفرد باتیں' خوبصورت سوچیں ہوں گی جو میں نے سوچیں نہ میرا وہ وجود ہوگا جس پر مجھے غرور تھا۔ مجھے تو کبھی کبھی خوف آنے لگا ہے کہ کہیں شادی کے بعد مجھ پر ''جنات'' کا غلبہ نہ ہو جائے۔ میں اتنی بے اختیار ہو جاؤں' برداشت نہ رہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ایک دم چیخ اٹھوں گی کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میرے قریب نہ آؤ تم وہ نہیں ہو جس کے بارے میں میں نے ہمیشہ سوچا تھا اور چاہا تھا۔ میرا کوئی جذبہ تمہاری امانت نہ تھا۔

اسی دوران ایک عزیزہ کی بیٹی نے میٹرک پاس کر لیا اور پچھلے ہفتے کہنے لگیں کہ اب امام کے سوئم کے بعد تم اس کو لے کر چلی جاؤ اور اپنے کالج میں اس کا

داخلہ کرا آؤ اور میں نے ان کو بڑا مایوس کیا۔ انہیں سمجھایا کہ داخلہ دلوانا ہی بے کار ہے۔ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو پڑھانا بالکل غلطی ہے۔ کیا فائدہ ان کی پڑھائی کا جب زندگی انہیں جاہلوں والی گزارنی ہے۔ بس میٹرک بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی ضرورت نہیں آگے داخلے کی' بس ایک میں نے کالج میں پڑھ لیا یہ ہی بہت کافی ہے اور بہت ''خوش'' ہوں میں اِسی سے۔ جی ہاں میں نہیں چاہتی کہ کوئی اور لڑکی ہماری پڑھے اور میری طرح شعور اور احساس کی اس مصیبت کا شکار ہو کہ تعلیم ہی عذاب لگے۔

نو محرم کی رات دربار پر رات گئے مجلس تھی۔ صرف ہم رشتہ دار لوگ ہی تھے باہر کا کوئی نہ تھا۔ بارہ بجے کے بعد سب لوگ گھر چلے گئے مگر میں اتنی شدید اداس اور بیزار ہو رہی تھی کہ میں نے کہا بابا سے کہ میں اب گھر نہیں جا رہی۔ بس دربار پر ہی رہوں گی رات کو آپ کے حجرے میں پڑھوں گی۔ کچھ اور عبادت کروں گی۔ سب مان گئے مگر ساتھ میری ایک کزن بھی رک گئی۔ بابا نے حجرے کے دروازے پر خادم بٹھا دیا اپنا خاص کہ رات بھر پہرہ دے اور ہم اندر سے کنڈی لگا کر چٹائی پر بابا کے بستر میں بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ میرا اتنا دل چاہ رہا تھا کہ میں تنہا ہوتی' وہ کزن میرے ساتھ نہ ہوتی۔ دل اتنا شدید دکھی اور تنہا تھا اور یہ غم حسین نہ تھا۔ عجیب ویرانی اور بے کلی تھی۔ کزن نے کہا پہلے کس کے لیے پڑھو گی۔ میں نے کہا اپنے بابا عباس علم دار کے لیے۔ کزن کو ہنسی آ گئی جو مجھے سخت زہر لگی۔ کہنے لگی کیا کوئی خاص منت مانگنی ہے ان سے جو رات بھر یہاں رُکی ہو۔ میرا دل جل گیا اور میں نے ایسی بات کہہ دی کہ جس پر آج بھی حیران ہوں۔ میں نے کہا منت کیا مانگنی ہے میرے مظلوم چچا تو... کزن توبہ توبہ کرنے لگی۔ فوراً تو مجھے احساس ہوا کہ کیا گستاخی کر گئی ہوں پھر بڑی معافیاں مانگیں' سامنے حجرے میں لگی عباس علم دار کی شبیہہ مبارک کے سامنے جا کر بھی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ تو سو گئی مگر میں پڑھتی رہی۔ کبھی نفل اور کبھی قرآن پاک اور یقین کریں اس شب عاشور کربلا اور شہدائے کربلا کی قسم اتنی مصیبت تھی' اتنی قیامت تھی کہ اس وقت بھی اس اتنے مقدس حجرے میں جہاں سامنے حضرت علی اور عباس علم دار کی شبیہات مبارک تھیں غم حسین کی رات تھی

مگر آپ کا خیال سینکڑوں بار آتا تھا۔ ہر منٹ بعد ہر دو سطر بعد ہر نماز کی نیت کے بعد دھیان بھٹک جاتا تھا اور میں اتنا مطعون کرتی تھی خود کو، اتنا بے بس پاتی تھی خود کو کہ آخر میں نے ایک دفعہ تو اپنے سامنے کھلے ہوئے قرآن پاک پر ہی سر رکھ دیا اور اتنا روتی رہی اپنے بزرگوں سے اور خدا سے اپنے لیے سکون، عزت اور بہتری کا راستہ اچھائی کی راہ مانگتی رہی، مدد مانگتی رہی، پوچھتی رہی کہ میں کیا کروں، مجھے کس طرح سکون مل سکتا ہے۔ مجھ پر رحم کیا جائے پھر جب پتہ نہیں کتنی دیر رو چکی تو سر اٹھا کر دیکھا کہ جہاں سے کلام پاک کھلا تھا وہاں لکھا تھا ''پس ہم حال جانتے ہیں تمہارے دلوں کا مگر تمہارے لیے پہچان ہے ہر چیز میں تم علم سے کیوں نہیں دیکھتے۔'' میں سوچنے لگی کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ اسی وقت جیسے معجزہ ہوا (ہنسیں نہیں بھئی اُس ماحول اور اپنے اُس حال میں مجھے وہ معجزہ لگا اگرچہ تھا نہیں) اور دروازے پر دستک کے ساتھ بابا کی شفیق آواز آئی۔ میری کزن سوئی ہوئی تھی۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا۔ بابا دیکھنے آئے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہنے کہ ہم سو جائیں اب۔ انہوں نے میرا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اور کھلا قرآن پاک دیکھا تو اسے غم حسین ہی سمجھا اور میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے پتری پتری خدا تجھے حسین کے غم کے سوا کسی غم میں کبھی نہ رلائے۔ پتہ نہیں بابا کے ان الفاظ میں کیا تھا یا اُن کی شفیق مہربان نرم شخصیت میں کہ میں نے پھر رونا شروع کر دیا (میرا خیال ہے کہ بابا بھی حیران ہو گئے تھے غم حسین اتنا زیادہ تو نہیں ہوتا) جس پر بابا نے مجھے گلے لگایا، اتنا پیار کیا اور سمجھایا۔ پوچھتے رہے کیا بات ہے، کیوں تیرا دل اتنا چھوٹا ہے۔ مجھے اب ہنسی آ رہی ہے کہ میں نے بچوں کی طرح بابا کے سینے سے لگے لگے آنکھیں ملتے ہوئے کہا تھا۔ بابا زندگی اتنی بُری کیوں ہے مجھے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ پھر میری کزن بھی حیران و پریشان جاگ اُٹھی تھی اور بابا بڑی دیر تک مجھے پاس بٹھائے سمجھاتے رہے، بہلاتے رہے اور باتیں کرتے رہے جس سے واقعی مجھے سکون ملا اور میں سو گئی لیکن دل اس قدر ضدی اور بے عقل اور سرکش و بے علم بچہ ہے کہ امام عالی کی قسم سونے سے پہلے نیند آنے سے پہلے دل میں آخری خیال اک خوابِ بے تعبیر ہی کا تھا اور بہت اُکتا کر خود کو ملامت کر کے سوچتی ہوں کہ مجھے بس

کسی کا خیال آتا ہی کیوں ہے، آنا ہی نہ چاہیے۔ آخر کیا ہو گیا ہے میرے ذہن کو۔

میں نے ایک ڈرامے میں اداکاری بھی کی تھی۔ یہ بات 1967ء کی ہے جب میں نے سوان کی حمایت پر اور اپنے شوق وضد پر بی۔ اے کے فوراً بعد ایم۔ اے انگلش میں داخلہ لے لیا تھا۔ تمام کتابیں بھی خرید لی تھیں۔ شیکسپیئر اور بائرن اور کیٹس اور اپنا پسندیدہ ورڈزورتھ۔ تو اسی دوران کی یہ تصویر ہے۔ ایک انگریزی ڈرامے کی بہت یادگار چیز ہے۔ زندگی کا پہلا ڈرامہ اور آخری بھی۔ اور گھر والوں کو ابھی تک پتہ نہیں یہ تصویر بھی کبھی کسی کو آج تک نہیں دکھائی ماسوائے سوان کے یا اب آپ کو اور پھر کہانی کا انجام یعنی ایم۔ اے کا انجام یہ ہوا کہ منگنی ہوئی اور ایم۔ اے اور شیکسپیئر اور بائرن اور ''لیڈی میکبتھ'' سب کچھ ختم ہو گیا اور روک دیا گیا اور شاید ٹھیک ہی روکا گیا ایک ایسے شخص کو جس نے صرف میٹرک کیا ہو۔ اسے ایم۔ اے انگلش بیوی مصیبت تو لگتی ہی ہے اور ہماری یہ خواہش بھی ختم ہوئی کہ ٹین ایجرز کی حد ایم۔ اے کی ڈگری کے ساتھ پار کریں گے بیس سال کی عمر میں ماسٹرز ڈگری ہولڈر ہوں گے۔ سوان جو میرا حمایتی تھا وہ بھی اُسی سال چلا گیا تھا۔ تحریروں پر یاد آیا کہ آپ نے ٹالسٹائی کی کوئی کتاب نہیں لکھی پھر مجھے خود ہی War and Peace یاد آ گئی جو میں نے کالج کے زمانے میں پڑھی تھی۔

''اینا کرینا'' کا مجھے بھی بالکل جنون ہو رہا ہے۔ رولنسکی واقعی ڈیشنگ ہی ہے۔ صرف جسمانی اعتبار سے نہیں انداز واطوار اور احساسات وجذبات کے لحاظ سے بھی۔

مصطفیٰ زیدی کے اشعار بہت ہی خوبصورت ہوتے ہیں۔ کیا وہ بے دین یا سوشلسٹ تھے جو ان کے ہاں ایسے کوئی بہت خوبصورت اور دلچسپ شعر ملتے ہیں کہ ؎

تیرے کہنے سے تھا جس نے خدا کو مانا
کبھی اُس شخص کے ایماں کی خبر بھی لیتی

اور ؎

ہاں دعاؤں کا اثر دیکھ لیا پچھلی رات
میں ادھر گھر سے گیا تھا کہ ادھر تو آئی

یہ تمام غزل ہی بہت خوصورت ہے ع

یوں ہوا شب کو بدلتی ہوئی پہلو آئی

اور ایک شعر تو مجھے بالکل ایسا لگا کہ جیسے زیدی نے نہیں آپ نے کہا ہو۔

میرے مکتوب کی تقدیر کہ اشکوں سے دھلا
میری آواز کی قسمت کہ تجھے چھو آئی

اور جس طرح آپ مجھے اکثر سمجھاتے ہیں اسی طرح زیدی نے بھی کسی کو سمجھایا ہے کہ ع تو میری شمع دل و دیدہ میری معصومہ..... پیار کی دھوپ میں نکلی تو پگھل جائے گی.....تو میرے ہونٹوں کو چھو لے گی تو جل جائے گی.....تتلیاں چن ابھی خاروں کی طلب گار نہ بن۔ اپنے بالوں کو سجا ماتم افکار نہ بن.....لوریاں سیکھ میرے درد میں غم خوار نہ بن.....میرا دل وقت کے طوفان میں ہے ایسی چٹان اس سے شیشہ جو لگے گا تو بکھر جائے گا.....ابدی نیند کا پیغام ہے میرا آغوش جو میری گود میں آئے گا وہ مر جائے گا۔

دیکھئے اتنے اچھے موڈ میں آپ کو خط لکھتی تھی کہ ایک عورت خط لکھوانے آ گئی۔ بور طویل دکھوں کا' مسئلوں کا خط۔ اپنے بھائی کو لکھوا رہی تھی جسے بیٹی کا رشتہ اُس کے بیٹے کے لیے دینا چاہتی ہے اور وہ شاید راضی نہیں' اس کی غریبی کی وجہ سے۔ پانچ بیٹیاں ہیں بے چاری کی۔ کہنے لگی بی بی تم لوگ بہت اچھے ہو۔ اپنوں سے باہر نہیں نکلتے۔ غریبی امیری چھوٹا بڑا تعلیم بے تعلیم کچھ نہیں دیکھتے۔ میں نے کہا ہاں خالہ ہم بہت ''اچھے'' ہیں مگر میں اچھی نہیں ہوں کیا میں بھی اچھی ہوں۔ توبہ توبہ کرنے لگی بے چاری' میری بات کو مذاق سمجھ کر اور اس کی گود کے بچے نے میرے کمرے کا فرش خراب کر دیا تھا اب تو وہ دھو رہی ہے اور یوں ماں اور بچہ دونوں ابھی تک سر پر سوار ہیں۔

اور مجھے تو یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ اگر کبھی فون پر بھی آپ سے بات کر سکوں تو کیا کہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ وہ مصر کی زلیخا کی طرح آپ کی آواز سنتے ہی بے ہوش نہ ہو جاؤں یا وہ.....کوہ طور پر موسیٰ کی طرح۔ ویسے دل نہ سہی دماغ تو ضرور فیل ہو ہی جائے گا اور میری بس ایک دوست کے پاس فون ہے مگر وہ بڑی

فضول ہے کبھی تنہا فون نہ کرنے دے گی اپنی ناک ضرور ڈبوئے گی۔

میں نے سوچا کہ مجھے آپ کو اب کوئی خط نہ لکھنا چاہیے۔ مگر کیوں لکھ دیا پھر بھی۔ واقعی جب عشق.... وارد ہوتا ہے تو خودداری اور عقل بوریہ بستر اسمیٹ لیتی ہے۔ یہ آپ کے خلیل جبران نے صحیح لکھا ہے کہیں۔

اور بھلا کن چیزوں میں الجھے رہے آپ۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے! ویسے آپ جب میرے بارے میں سوچتے ہیں تو کیا خیال کرتے ہیں۔ خدا حافظ۔

''نتالیہ''

تسلیمات!

پتہ نہیں کیوں اس قدر جلدی جلدی آپ کو خط لکھے جا رہی ہوں۔ شاید احساس یہ لاشعور پر حاوی ہے کہ کہیں جلد ہی اس مسرت سے بھی محروم کر دی جاؤں گی۔

پھر پتہ نہیں کیوں ان دنوں آپ کا خیال بھی اتنا آتا ہے اتنا آتا ہے کہ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں نے گزشتہ دنوں دو راتوں آپ کو خواب میں بھی دیکھا۔

اب تو محرم کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو مظلوم امام کا سوگ مناتے ہیں یعنی محسوس کرتے ہیں اور جو کرتے بھی ہیں تو کیا کیونکہ حسین کی روایت پر عمل تو کوئی بھی نہیں کرتا۔ آپ کو بتاؤں کہ مجھے امام حسین سے بھی بڑی جذباتی' بڑی رومانی سی عقیدت ہے۔ مجھے بڑا اچھا لگتا ہے ان کے سوگ میں مکمل سیاہ لباس پہننا اور مجالس میں شرکت کرنا۔ مرثیے پڑھنا اور سننا اور نیل پالش تک بالکل صاف کر دینا ناخنوں سے۔ جب ہمارے کالج میں یوم حسین منایا گیا تھا تو میں نے بھی اپنا پسندیدہ مرثیہ ع گھبرائیں گی زنیب.... ناصر جہاں والا پڑھا تھا۔

میں ابھی ''دس بونے'' دیکھنے کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھی ہوں۔ اور آپ نے بھی کل ''اینا کرنینا'' کی قسط دیکھی ہوگی۔ کیا اچھا نہ ہوتا اگر اینا مر جاتی۔ اینا کی اداکاری بہت اچھی تھی اور اس کے علاوہ رولنسکی اور الیکسی کے سارے تاثرات اور

مکالمے شدید تھے۔ جب الیکسی اور رولنسکی اندرا اینا کے پاس آتے ہیں تو رولنسکی جس طرح روتا ہے اینا کی حالت پر دکھ سے روتا ہے....اور مجھے کہیں پڑھا ہوا ایک عرب ادیب کا قول یاد آیا کہ ''کسی خاتون کے لیے جس سے وہ محبت کرتی ہے اُس کی بجائے اُس سے شادی کرنا بہتر ہے جو اُس خاتون سے محبت کرتا ہے۔''

اور اے پیارے انسان! کیا بتاؤ گے نہیں کہ تم نے پندرہویں صدی ہجری کا آغاز کس طرح کیا؟ کیونکہ آخرش تم بھی ایک ''مور'' تو ہو ہی! ویسے میرے خیال میں اب مسلمانوں کے سر سے قیامت کا خطرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹل گیا (اجتماعی قیامت کا) کیونکہ وہ تو صرف چودھویں صدی میں آنی تھی اور چودھویں صدی یادِ ماضی بن چکی۔

''اداس نسلوں'' میں مجھے نجمی کا کردار سب سے زیادہ خوبصورت اس لیے لگا تھا کہ وہ مجھے اپنے سے بہت قریب لگا تھا۔ وہ بالکل میری طرح سوچتی تھی' محسوس کرتی تھی اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے عبداللہ حسین نے میرے ذہن میں اتر کر دیکھا ہو میرا احساس پڑھا ہو تب نجمی کو تخلیق کیا ہو۔ بالکل جو کچھ میں سوچتی تھی' سوچتی ہوں وہی نجمی محسوس کرتی ہے اور عبداللہ حسین اس سے کہلواتا ہے۔ کس قدر سچی بات ہے کہ ''محبت وہ جذبہ ہے جو اچانک آتا ہے مخلص ترین جذبہ میں اس کا انتظار کرتی ہوں'' لیکن میں کہوں گی کہ میں اس کا انتظار کرتی تھی اور جگہ جگہ نجمی بالکل سچی بالکل میری سوچ کا اظہار کرتی ہے کہ ''ہم اہل نہیں ہیں محبت کے۔ اس قدر سچائی اور خلوص کے جذبے کے....اور پھر کہیں اس نے کہا ہے کہ ''یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص سے جس سے ہم محبت کر سکیں کبھی ملیں ہی نہیں مگر ایک نہ ایک انسان کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی ضرور آتا ہے اور ہم دل میں کہتے ہیں کہ ''تم وہی ہو میں جانتی تھی تم ضرور ملو گے مجھے تمہارا انتظار تھا تمہارے وجود کا یقین تھا۔''

''نتالیہ''

تسلیمات!

ان دنوں تو ہر روز بارش ہوتی ہے۔ نیلا آسمان' سفید بادل' گہرے سبز

درخت' تروتازہ گھاس' بھیگی بھیگی خوشبو اور نشہ بھری ہوا اور اتنے بہت سے رنگ برنگے پھول (یہ زندگی ہے ناں!) اس دفعہ ہمارے پچھلے لان میں (اگر اسے لان کہا جا سکے میرے خیال میں تو وہ ایک بڑا سا کچا دیہاتی ویڑہ ہے) سوان کے سالِ گزشتہ کے لگائے ہوئے پودوں میں بے تحاشہ پھول لگے ہیں۔ زرد' سفید' پنک' کاسنی' سرخ اور میرا پیارا البیلا موتیا تو ہر وقت پھولوں سے بھرا رہتا ہے (باجی بتاتی ہیں کہ لاہور میں موتیے کی بڑی بے قدری ہوتی ہے جمعدارنیوں تک نے اس کے پھول پہنے ہوتے ہیں) اور عجیب بات ہے کہ جب بھی میں اپنے پسندیدہ پھول توڑتی ہوں (بلکہ چنتی ہوں توڑنا بے رحم لفظ ہے) تو یقین کریں کہ ہمیشہ بلاناغہ' بلاارادہ آپ کا خیال ضرور آتا ہے بس اچانک آتا ہے اور عجب عجب خوابوں کے ساتھ۔ بھلا کیا تعلق ہے آپ کا ان پاکیزہ اور پُرتقدس پھولوں سے؟ رنگوں اور خوشبوؤں سے؟ کیا بتائیں گے؟ میرا مطلب ہے تفسیر فرمائیں گے؟

ہر منظر اتنا خوبصورت ہے' ہر شے اتنی حسین اور رنگ بھری ہے (حتیٰ کہ ہمارا کتا چیکو تک اتنا اُجلا اُجلا' سفید نکلا ہوا ہے اور کسی میمنے کی طرح شوخ ہو رہا ہے) کہ بے اختیار دل چاہتا ہے شاعری کرنے کو' پینٹنگ کرنے کو' گنگنانے کو اور.... آپ کو خط لکھنے کو۔ بابا تک دربار پر موجود نہیں (گلگت جا چکے ہیں کیا مزے سے گھومتے ہیں ہر جگہ) اور جب تک دربار پر ان کا وقار' ان کی بزرگی' ان کی عبادت' ان کی شفقت' ان کا مکمل حسن نہ ہو وہاں جانے میں مزہ نہیں آتا۔ کہا جاتا ہے کہ بابا جوانی میں بڑی ماڈرن شے تھے بالکل ''ولایتی صاحب'' مگر پھر ان کے ساتھ کوئی ٹریجڈی ہوگئی۔ جس کی تفصیلات کی روشنی میں میری ذاتی رائے یہی ہے کہ بس پھر بابا نے اپنے عشق کا رخ اللہ تعالیٰ کی جانب موڑ دیا اور گدی سنبھال لی۔

اور کانونٹ میں میری ایک دوست تھی نسیم ایزد اور لندن سے کیمبرج کر کے آ کے ہمارے ساتھ داخل ہوئی تھی اس کی ماں بھی فارنر تھی۔ وہ انگریزی کی ادیبہ اور شاعرہ تھی اور فرنچ کی بھی۔ کسی بہت بڑے اعلیٰ افسر کی بیٹی تھی اور بہت آزاد۔ خوب سگرٹیں پیتی تھی جن کی مہک اور دھواں مجھے اتنا پسند تھا کہ میں نے بھی دو دفعہ اس کی سگرٹیں پی تھیں۔ وہ اکثر پینٹ سلیکس یا سکرٹ بھی پہنتی تھی۔ ٹیبل

ٹینس کی بہت اچھی کھلاڑی تھی۔ وہ کبھی موڈ میں ہوتی تو کالج کے کامن روم کے صوفے پر تاش کھیلتے ہوئے یا نیم دراز سگریٹ پیتے ہوئے چیونگم چباتے ہوئے گوگو عینک ناک کے سرے پر جمائے مجھ سے انگریزی میں بے حد فلسفیانہ انداز میں کہا کرتی تھی ''آنسہ تم خاموش رہتی ہو مگر تمہاری یہ بچوں جیسی معصوم صاف شفاف آنکھیں چپ نہیں رہتیں۔ یہ مجھے حیرت سے دیکھتی ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر جگمگا اٹھتی ہیں۔ ستاروں کی طرح جلتی بجھتی رہتی ہیں۔'' میں اس سے بہت متاثر تھی اس کی شخصیت اور اس کی باتوں اور اس کے انداز کی وجہ سے۔ وہ کلمہ بھی انگریزی میں پڑھتی تھی۔

آپ نے مجھ سے روزانہ کی روٹین پوچھی ہے اور وہ بھی تفصیل سے۔ کیوں پوچھی ہے؟ خیر باشد؟ ارادے کیا ہیں آپ کے؟ اتنی اہمیت کے تو قابل نہیں ہیں ہم۔

آپ کو صرف اپنے صبح کے معمولات لکھوں ابھی کہ یہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ تو سنیں کہ جب سڑک سے اونٹوں کے قافلوں (جو اٹک سے گندم لاتے لے جاتے ہیں) کی گھنٹیوں کی جلترنگ جیسی آوازیں (یعنی اقبال کی صدائے جرس) آوازیں آنے لگتی ہیں پھر ننھی چڑیوں کا شور کالی شاما چڑیوں کی رسیلی سیٹیاں' مرغوں کی بانگیں اور فاختاؤں کی اداس سوز بھری کوکیں لوگوں کے جاگنے اور مویشیوں کے کھولنے باندھنے کا شور نمایاں ہو جاتا ہے تو تب میں جاگ جاتی ہوں بلکہ یوں کہیے کہ بستر سے اٹھ جاتی ہوں۔ صبح کا تارہ ابھی موجود ہوتا ہے بہت پُرنور روشنی اور پُرکیف ہوا ہوتی ہے ہر طرف۔ پھر سردی سخت نہ ہو تو میں عام طور پر چھت پر جا کر نماز پڑھتی ہوں بہت مزہ آتا ہے (اور ایسے خوبصورت پُرنور وقت اللہ میاں سے عشق کرنے کو بہت دل چاہتا ہے) اور بس فجر کی نماز ہی کی میں مکمل پابند ہوں ابھی ایک تو اس لیے کہ ایسے سہانے وقت پڑھی جاتی ہے دوسرے اس لیے کہ اتنی مختصر ہوتی ہے کہ دھیان بھٹکنے کی نوبت نہیں آتی بلکہ منظر خود بخود دھیان لگانے پر مجبور کر دیتا ہے اللہ کی طرف۔ پھر نماز کے بعد میں کچھ تھوڑا سا قرآن پاک سے یا پنج سورۃ سے پڑھتی ہوں۔ (آپ کو قرآن پاک کی کون سی سورۃ

سب سے زیادہ پسند ہے؟) اور اس کے بعد پچھلے صحن میں شبنم آلود گھاس پر ننگے پاؤں پھرنے نکل جاتی ہوں اور پھرتی رہتی ہوں شلوار کے پائینچے اٹھائے تا کہ وہ شبنم کے قطروں سے بھیگیں نہیں۔ دل چاہتا ہے کہ میرے پیر ساری شبنم گھاس پر سے چاٹ لیں اور کبھی کبھی پتہ ہے کیا ہوتا ہے۔ میں رک جاتی ہوں جنگل میں تنہا محو رقص طاؤس کی طرح جھک کر گہری سبز گھاس سے جھانکتے اپنے پیر دیکھتی ہوں۔ نیم تر بالکل سفید' ملائم اور صاف (اور روز رات کو کولڈ کریم لگانے کی وجہ سے چکنے بھی۔ مجھے اتنا جنون رہتا ہے اپنے آپ کو بالکل مکمل رکھنے کا۔ مثلاً یہ کہ میرے بال بس عام بال تھے لمبائی میں اور میں نے خیال کیا کہ یہ نامکمل ہیں۔ پھر میں نے ان پر محنت کی یہاں تک کہ ابھی تک بھی ہر ہفتے انڈے' لیموں اور شہد سے ضرور دھوتی ہوں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میرے بال اب تقریباً ساڑھے تین فٹ لمبے ہیں (جب کہ قد پانچ فٹ دو انچ ہے شاید کچھ چھوٹا قد) اور سوان میری ایک کھلے ہوئے اور آگے آئے ہوئے بالوں کی ایک تصویر ساتھ لے گیا تھا تو وہاں سے اس نے لکھا کہ یہاں میری ساتھی کہتی ہیں کہ تمہاری بہن نے یوں لگتا ہے کہ سیاہ چادر اوڑھ رکھی ہے اتنے بے پناہ ہیں اس کے بال اور امی مجھے کبھی کھولنے نہیں دیتیں بالوں کو کسی کے آگے کہ نظر لگ جائے گی۔)

اور ان پر شبنم کے شفاف قطرے نگینوں کی طرح جڑے دیکھتی ہوں اور یقین کریں کہ اس حسن سے خود ہی مسحور ہو جاتی ہوں۔ مجھے کنول پر شبنم کا خیال آتا ہے اور سوچتی ہوں بے اختیار سوچتی ہوں کہ.... کیا اس حسن کو خود میرے سوا کوئی اور کبھی نہ محسوس کرے گا.... کوئی رُودین (حالانکہ ترگنیف کی نتالیہ نے کبھی ایسا نہ سوچا تھا نہ یوں اپنے پیر دیکھے تھے) کبھی انہیں دیکھ کر کوئی خوبصورت جملہ' کوئی خوبصورت شعر نہ کہے گا اور یہ حسن رائیگاں جائے گا۔ (اس طرح کبھی کبھی میری صبح ہی افسردگی کا شکار ہو جاتی ہے میں سوچتی ہوں کہ میں نے جو یوں خود کو سنبھال سنبھال کر سنوار سنوار کر رکھا ہے تو بس محض اسی ایک عام زندگی عام سے انسان کے لیے شاید باجی ٹھیک کہتی ہیں کہ تجھے یہ بہت احساس اور نخرہ ہے کہ میں بہت سوہنی ہوں) خیر جیسا بھی موڈ ہو گھاس پر پھرنے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر میں

پھر سو جاتی ہوں۔ سورج تقریباً اب نکل رہا ہوتا ہے۔ پھر میں ایک ڈیڑھ یا دو گھنٹے بعد اپنی مرضی سے اٹھتی ہوں ناشتہ کرنے کے لیے کوئی جگاتا نہیں۔ البتہ اگر مہمان ہوں گھر میں پھر بات دوسری ہوتی ہے پھر مجھے بھی ناشتے کی تیاری میں مدد دینے کے لیے دوبارہ سونا نہیں ہوتا۔ اور پھر ناشتے کے بعد میں ہر کمرے کی صفائی کرتی ہوں۔ برآمدوں کی کیونکہ مجھے کسی کی کی ہوئی صفائی پسند نہیں آتی۔ چیزوں کی ترتیب پسند نہیں آتی۔ پھر پھول توڑ کر لاتی ہوں۔ ہر کمرے میں رکھتی ہوں اپنے کمرے میں صرف موتیا رکھتی ہوں اور بس یہ میرا صبح کا کام ہوتا ہے۔ صفائی کے بعد کپڑے استری کرنا' خطوط لکھنا اپنے بھی کوئی لکھوانے آئے اس کے بھی پھر کسی کسی دن کچھ کڑھائی سلائی وغیرہ دوپہر کے کھانے کی تیاری سے پہلے اور سب سے اہم بات تو بھولے جاتی ہوں کہ پابندی سے ہر صبح آپ کا خیال ضرور آتا ہے کہ جیسے یہ بھی کوئی عبادت ہو۔ کبھی بستر سے اٹھنے سے پہلے جاگتے ہی اور میں پھر آنکھیں بند کر کے تکیے پر چہرہ رکھ کے سوچنے لگتی ہوں کہ آپ اس وقت کیا کرتے ہوں گے۔ سوتے ہوں گے ابھی تک۔ کبھی شبنم اور گھاس کے درمیان آپ کا خیال آتا ہے' کبھی نماز کے دوران بھی اور کبھی دوبارہ سونے سے پہلے نیم غنودگی کے عالم میں۔

''نتالیہ''

تسلیمات!

گزشتہ دنوں جب کہ آپ بخار میں مبتلا رہے میں پورے ماہ بیکار قسم کی شادیوں میں پھنسی رہی کچھ رشتہ داروں کی' کچھ ملنے والوں کی اور ایک سہیلی کی۔ اپنے ایک عزیز کی بارات لے کر ہم لوگ علیوٹ سیداں گئے (یعنی ہماری رشتہ داریاں بھی کیسی کیسی عجیب جگہوں پر ہیں۔) مری اور آزاد کشمیر کے نواح میں ہے اتنا خوبصورت علاقہ' اونچی نیچی پہاڑیوں کے سلسلے' درختوں کے جھنڈ اور دریائے کرنگ کا شفاف گہرا نیلا پانی اور اس میں پڑے ہوئے گول خوبصورت پتھر جن پر چل کر ہم نے اسے پار کیا۔ دریا کا کنارہ اتنا خوبصورت جیسے کوئی پینٹنگ ہو اور دل چاہے کہ یہاں بیٹھ کر مصوری کرو شاعری کرو.... یا کسی آوارہ گرد مور کو یاد

کرو۔ اس کی باتیں کروں' اس سے باتیں کروں۔ تقریباً دو میل پیدل چلنا پڑا اس دشوار گزار مگر خوبصورت علاقے میں تب وہ پہاڑی نظر آئی جس پر ہماری برادری کے گنتی کے چند گھر آباد ہیں۔ ہمیں تو خیر کچھ نہ ہوا۔ مزے سے جنگلی بیروں اور گرنڈوں کی پکی ہوئی جھاڑیوں سے بیر اور گرنڈے کھاتے اور کسانوں سے پانی مانگ کر پیتے ہوئے چلتے رہے البتہ بچوں' بچوں والی عورتوں اور بوڑھی عورتوں یعنی ہماری نانیوں' دادیوں کا برا حال ہوا۔ انہیں آنا ہی نہیں چاہیے تھا بارات میں۔ مگر حد تو یہ تھی کہ بابا کی بیوی یعنی ماں جی چل پڑیں تھیں بہت ضعیف ہیں اور انہیں الگ دو بندے گھسیٹ رہے تھے اور ہمہ وقت اپنی بلا دوسروں کے سر ٹالنے کی فکر میں تھے۔ ہم ان کی زد سے دور دور رہے۔ کوئی پرواہ نہیں تھی کہ پیچھے سے با آواز بلند صلواتیں پڑ رہی تھیں کہ ان لڑکیوں کو ذرا خیال نہیں کہ کسی بچے یا بوڑھے کو ہی تھام لیں۔ ہم لوگ یعنی لڑکیاں اتنے برے تو نہ تھے مگر جلے ہوئے تھے۔ ہمیں بس میں ہی جلا دیا گیا تھا کہ جب ہم نے سیٹوں کے نیچے چھپائی ہوئی ڈھولک نکالی اور گانا شروع کیا تو فوراً زباں بندی ہوگئی بزرگوں کی طرف سے۔ مرد ویگنوں میں تھے اور فوراً ہی بس رکوا کر اگلی ویگن سے ہمارے بھائی لوگ بھی رعب جمانے آ گئے کہ شرم کرو لوگ کیا کہیں گے یہ سیّدوں کی بارات جا رہی ہے۔ اب انہیں کون بتاتا کہ جناب سڑک کے دونوں طرف کے عوام کو کیا الہام ہو رہا ہوگا کہ یہ سیّدوں کی برات ہے اور آپ اس قدر یاد آتے رہے اس دشوار گزار پہاڑی راستے میں بھی۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کی کوئی جگہ اب ایسی نہیں ہے کوئی مصروفیت ایسی نہیں ہے کہ جس میں اور جہاں آپ کا خیال ایک خاموش سی دھیمی مسرت اور ایک تنہا سی انجانی کمی اور محرومی بن کر دل میں نہ اترے۔

پہلے لگتا تھا کہ صرف پر کٹے ہوئے ہیں.... اب دل بھی کٹتا جاتا ہے اور آپ کہتے ہیں یہ وقتی بات ہے دل کا کٹنا اور بے چینی۔

''نتالیہ''

تسلیمات!

خط ملا۔ شکریہ سائیں!

یہاں دو دن سے بارش ہے اس لیے میں پچھلے کچے صحن میں گلاب کی

شاخیں تراش کر قلمیں لگا رہی تھی کہ آپ کا مکتوب آیا۔ حیران ہوں کہ میں نے بچوں جیسی سادگی اور خوشی سے ہاتھ میں پکڑی کھرپی اور شاخ پھینک دی اور گندے ہاتھوں سے ہی آپ کا خط تھام لیا (پھر بعد میں تو دھوئے تھے) اور اب فوراً لکھ رہی ہوں (کیونکہ بالکل تنہائی ہے اس وقت امی باجی کے والد کی پھوہڑی پر گئی ہوئی ہیں روز جانا پڑتا ہے۔ شاید شہروں میں یہ رواج نہیں ہوتا۔)

جیسا کہ آپ کو لکھا تھا پچھلے دنوں بہت بہت اداس رہی اب کچھ خوش ہوں (اس وقت تو بہت ہی خوش) مگر خوش ہونا عارضی ہوتا ہے۔ مختصر وقت کے لیے ہوتا ہے اور پھر وہی بے زاری کہ مر جانے کو دل چاہے۔ جب ''اینا کارنینا'' کی گزشتہ قسط اس کے بچے پر ختم ہوئی تو میں نے سوچا کہ کاش اینا مر جاتی تو اچھا ہوتا اور میں بھی۔

مجھے معلوم ہے کہ آپ کو خط لکھنے سے بھی مجبور کر دی جاؤں گی۔ یہ معصوم اور انوکھا اور ساحرانہ سا خواب جیسا رشتہ تحریر بھی نہ رہے گا۔ مارچ اپریل کے تصور سے ہی (حالانکہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بہار کے دن ہوتے ہیں) اتنی زیادہ تنہائی اور ہر چیز کھو دینے اپنے پاس کچھ بھی نہ بچنے کا احساس ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے تب تو میں آپ سے باتیں کیے بغیر رہ ہی نہیں سکوں گی۔ پتہ نہیں میرا ذہن میرا دل حقیقت کے اس موڑ کو کیوں نہیں تسلیم کرتا۔ ناصر کو کیوں نہیں قبول کرتا حالانکہ وہ اتنا اچھا بھی ہے اپنا بھی۔ مگر میں پتہ نہیں کیا ہوں نہ اسے اچھا سمجھنا چاہتی ہوں نہ اپنا۔ میں اگر کرسچین (ویسے خدا نہ کرے) ہوتی تو ضرور راہبہ بن جاتی اپنی پیاری سابق استادوں مدر اینتھنی اور سسٹر فلورینہ کی طرح۔ حقیقت ہے کہ مجھے بچپن سے ہی بہت متاثر کرتی تھی ان کی زندگی۔ ان کے لبادے سفید یا سیاہ اور ان کا وقار و تقدس۔ نویں محرم کی شب میں نے پتہ نہیں کسی جنون میں بابا سے کہا تھا کہ میں چاہتی ہوں ہمیشہ دربار پر آپ کے پاس رہوں گھر نہ جاؤں تو انہوں نے مسکرا کر کہا ''جھلی'' اور میں اب تک سوچ رہی ہوں کہ انہوں نے کتنا مکمل کہا تھا۔ آپ نے بھی کچھ ایسا ہی لکھا ہے۔

اب ظہر کی نماز کا وقت ہوتا ہے جس کے بعد امامِ عالی کے ختم کی فیرنی پکانی ہے۔۔

''نتالیہ''

تسلیمات!

آپ کا خط 24 کو ملا تھا۔

اور میں نے خود کو اتنا زیادہ خوش محسوس کیا کہ خیال آیا کہ آپ کے اگر صرف خطوط مجھے اس قدر شدید طور پر خوش اور مسحور کر سکتے ہیں تو اگر کبھی آپ سے ملوں تو کیا ہو۔

ان سب باتوں کے باوجود میں نے یقین کریں کہ پوری سنجیدگی، خوف اور عزم سے ارادہ کیا کئی بار کہ آپ کو اب خط نہیں لکھوں گی لیکن ہمیشہ کچھ دنوں بعد اس ارادے کو ناقابل عمل پایا اور خود کو بالکل مجبور و بے بس۔ جب میں آپ کو خط لکھتی ہوں تو پہلے خدا تعالیٰ سے اتنی دعائیں کرتی ہوں، اتنی آیات پڑھتی ہوں اپنے نانا اور جنابہ فاطمہ سے اتنی دعائیں مانگتی ہیں کہ وہ میری مدد کریں اور پردہ داری کریں کیونکہ وہ بخوبی جانتی ہیں کہ میں کوئی غلط خیالات نہیں رکھتی اور نہ بُری بُری باتیں دل میں رکھتی ہوں تو تب اتنے کچھ کے بعد آپ کو خط لکھتی ہوں۔

اگر آپ کا خط مجھے نہ ملے یا میں آپ کو کچھ عرصے خط نہ لکھوں تو یوں لگتا ہے (جیسا کہ آپ نے بھی لکھا) کہ واقعی کہیں روشنی نہ ہو دلکشی اور زندگی نہ ہو اور زندگی زندہ رہنے کے قابل نہ ہو۔ اس قدر عجیب تبدیلی پیدا کی ہے آپ کی تحریر نے میرے اندر کہ میں کبھی کبھی اپنے آپ کو سخت ملامت کرتی ہوں۔ جس طرح میں نے ہمیشہ پسند کیا ہے ان جگہوں کو جو خوبصورت، خاموش اور پُر اسرار و پُر سکون ہوں، انجان ہوں۔ اسی طرح میرے ذہن میں ہمیشہ تصور رہا ہے ایسے انسان کا جو بہت منفرد، باوقار، شائستہ اور گھمبیر ہو۔ اُس میں عجیب پُر شکوہ ٹھہراؤ اور متانت ہو اور اس کا علم، اس کے خیالات، اس کی معلومات مسحور کن ہوں (میری خود پسندی کی زبان میں میرے حسن کی طرح اس کا ذہن مسحور کن ہو) اور اس کا ہر انداز ہر اظہار بہت نفیس، نرم، بلند اور باوقار ہو وہ اپنے آپ کو میرے آگے زمین پر بچھا نہ دے بلکہ اپنے تمام تر وقار اور شائستگی کے ساتھ مجھے مجبور کر دے ایسا کرنے پر اور مجھے بے حد کوفت ہوتی ہے جیسے اپنی توہین محسوس ہوتی ہے جب کوئی میرے لیے عام الفاظ انداز اختیار کرے کسی بھی اظہار کے لیے۔ بے شک وہ جذبات کتنے ہی شدید اور سچے کیوں

نہ ہوں مجھے متاثر نہیں کرتے۔ یوں سمجھیں کہ میں نے چاہا کہ کوئی مجھ سے عام محبت کی زبان میں نہیں بلکہ چاندنی، شاعری اور قوس وقزح کے رنگوں کی زبان میں بات کرے۔ مجھے تیز و تند موسلا دھار بارش کی طرح نہیں نرم آسمانی پھواروں کی طرح محسوس کرے۔ کوئی ہیجان خیز، چیختا چلاتا نغمہ نہیں بلکہ کوئی بہت نازک اور خواب آگیں مدھم سُروں والی پُرغنائیت و پُرسکون غزل سمجھے۔ کوئی ایسا نغمہ جو آپ کو خوابوں کی آسودہ و پرسکون انجان وادیوں میں لے جاتا ہے۔ میں نے چاہا ہے کہ کوئی مجھے آنکھوں کو چندھیا دینے والی تیز روشنی نہ سمجھے بلکہ مجھے چاندنی یا نرم پھولوں کی طرح محسوس کرے۔

یقین کریں کہ یہ سب میرے لیے اب کتابی باتیں اور خیالی حسن نہیں رہا بلکہ میں نے ان سب حقیقتوں کو محسوس کیا ہے اور سمجھا ہے۔ شاید ترگنیف کی نتالیہ نے بھی یوں محسوس نہ کیا ہو۔ اور مجھے یہ سب کچھ بالکل ناقابل یقین، ناممکن خواب لگتا ہے جس سے میں جاگنا نہیں چاہتی کیونکہ جب میں جاگتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں تو بہت مجبور و بے بس اور تنہا خاتون ہوں اور میری کوئی بھی خوشی میری دسترس میں نہیں ہے۔ میں جو پہلے ہی مکمل خوشی کم ہی محسوس کرتی تھی آپ نے مجھے مکمل خوشی کے تصور سے بالکل ہی دور کر دیا ہے۔ مجھے اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ میں ہمیشہ ہی اب اپنی ہر چھوٹی یا بڑی خوشی کو نامکمل محسوس کروں گی۔

مجھے اپنی طرح خود پسند اور تھوڑے سے مغرور لوگ اچھے لگتے ہیں۔ مزے کی بات اس وقت ہوسکتی ہے میرے لیے کہ جب صرف میں آپ کے ساتھ کہیں جاسکوں۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر کوئی مجھے صرف چوبیس گھنٹے بھی دے دے آپ کے ساتھ گزارنے کے لیے تو میں اس کے بدلے اپنی زندگی کے چوبیس سال یا پوری زندگی بھی اسے دے سکتی ہوں کہ میں آپ کا ہر رُوپ دیکھنا چاہتی ہوں کہ کیسے سوتے ہیں آپ، کیسے جاگتے ہیں، کیسے لکھتے اور پڑھتے ہیں، کیسے سوچتے ہیں اور کیسے وقت گزارتے ہیں۔ کیا آپ میرے بارے میں کبھی کچھ لکھیں گے؟

بابا ایران جا کر بیٹھ گئے ہیں اور ان دنوں مشہد شریف میں ہیں۔ اپنے

مقبرے کے لیے وہاں پر دروازہ تیار کرا رہے ہیں کوئی بہت خوبصورت اور قیمتی قسم کا۔ کیا یہ عجیب اور مضحکہ خیز سی بات نہیں کہ کوئی اپنی زندگی میں ہی اپنا مقبرہ بنائے۔

اتنی سخت ''پنڈ دی کڑی'' ہوں کہ کبھی بڑی سنجیدگی سے سوچتی ہوں کہ وہ جو ایک لڑکی کانونٹ میں پڑھتی تھی فادر بشپ میکائین کے ہمراہ کرسمس کے دنوں کے آنے سے پہلے کانونٹ سے ملحق قدیم اور عظیم چرچ کے ٹھنڈے نیم اندھیرے خاموش اور اکیلے وسیع و عریض ہال کمروں میں مقدسہ مریم اور حضرت عیسیٰ کے مجسّموں اور قد آدم تصاویر کے درمیان عقیدت سے سر ڈھکے دبے پاؤں چلتے ہوئے آہستہ آہستہ باتیں کرتی تھی وہ کوئی اور لڑکی تھی میں نہ تھی (شاید میں نے آپ کو کبھی لکھا ہے کہ فادر بچپن سے ہی کانونٹ میں جانے کے وقت سے ہی میرے شفیق بزرگ دوست اور میتھس کے استاد بھی تھے۔ میں نے بائبل بھی ان سے لے کر پڑھی تھی کسی ناول کی طرح اور پھر اسے سمجھا تھا ان سے۔ وہ بائبل اور ان کی دی ہوئی چاندی کی ننھی سی صلیب آج بھی میرے پاس ہے چھپی ہوئی صرف سوان کو ان کا پتہ ہے) اور وہ اچھے شعروں، اچھی کتابوں کی عاشق ایک لڑکی ہے جو رُوسی، انگریزی اور اردو ادب پڑھتی ہے۔ کبھی لیڈی میکبتھ بنی تھی کالج کے سٹیج پر.... اور جو رُودین کی تمنا میں بالکل فنا ہو جانا چاہتی ہے۔ ہمیشہ خوشبوؤں، خوابوں، رنگوں، جگنوؤں اور تتلیوں کے دیس میں رہنا چاہتی ہے۔ قوس وقزح پر جھولنا، چاند کو چومنا اور ستاروں کو اوڑھنا چاہتی ہے۔ وہ بھی کوئی اور ہستی ہے میں نہیں ہوں۔ میں نصرت بھٹو کے عورتوں کے سیمینار سینے پر لینن کا بیج لگا کر گئی تھی جس نے طاہرہ مظہر علی خان کے کمرے میں ان سے اور ایک اور مشہور سوشلسٹ خاتون عالیہ امام سے گھنٹوں کچھ اتنی بور، اتنی سنجیدہ اور کچھ اتنی اچھی اور سچی باتیں سنی تھیں (اور نصرت بھٹو نے مجھے ذرا بھی متاثر نہ کیا تھا) وہ بھی میں نہ تھی کوئی اور لڑکی تھی.... کہ میں تو بس ایک بالکل سیدھی سادی ان پڑھ پنڈوری لڑکی ہوں۔ کم سوچنے، کم جاننے، کم علم رکھنے والی تاکہ زندگی کا دائرہ مختصر اور آسان ہو۔ سیدھا سادا ہو..... صرف سرخ جوڑے سونے کے جھمکوں اور بچوں اور ان کے باپ تک (آپ بھی یہی چاہتے ہیں ناں؟ اور سب اور لوگ بھی یہی کہتے اور سمجھاتے ہیں ناں اور آپ بھی۔)

ایک حدیث کا ترجمہ یاد آ رہا ہے کہ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں...'' تو مجھے کبھی کبھی آپ یہ خزانہ لگتے ہیں جسے صرف میں نے پہچانا اور کبھی کبھی خود پر ایسے خزانے کا گمان ہوتا ہے جسے صرف آپ پہچان سکتے تھے۔ ویسے آپ کو کون سی بات صحیح لگتی ہے؟

اگر کبھی آپ سے ملاقات ہوتی تو میں سوچتی ہوں آپ سے کہتی کہ آنکھیں بند کریں ذرا اور جب آپ ایسا کر لیتے تو آپ کو بہت غور سے دیکھتی۔ آپ کے ہر نقش کو اپنے اندر اچھی طرح اتارنے کے لیے اندھوں کی طرح آپ کے چہرے پر آنکھوں پر ہر نقش پر انگلیاں پھیر کر انہیں محسوس کرتی۔ آپ کو محسوس کرتی کہ سچ مچ آپ حقیقت ہیں' وجود ہیں' خواب نہیں ہیں۔ خدایا اتنی شدید چاہت.... نہ میں کسی اور کو دے سکتی ہوں اور نہ کوئی اور آپ کو دے سکے گا۔

کل شام سے اتنی سردی میں باہر اکیلی پھر رہی ہیں۔ بابا نے فوراً مجھے اپنے پاس بڑے بابا کے مقبرے کے کمرے میں اُسی وقت طلب کیا تھا۔ ڈانٹا تھا قہوہ پلایا تھا... مگر یقین کریں کہ میری آنکھوں میں تو تب بھی وہی خواب تھا۔ ہلکا سا خیال اس اجنبی کا بھی آیا تھا جسے میں نے سالوں پہلے ایک صبح اسی مقبرے میں دیکھا تھا محو تلاوت اور حیران کر دیا تھا اپنی موجودگی سے۔ آپ کو بھی یہ بات کسی خط میں لکھی تھی ناں تو آپ نے لکھا تھا کہ ''مجھے تو یہ قرون وسطیٰ کی کسی ایرانی خانقاہ کا کوئی باب لگتا ہے'' کہیں میں بھی تو آپ کو اُسی دور کی کوئی روح کوئی ''عذرا'' نہیں لگتی جس کی عمر اور حسن صدیوں پر محیط تھا۔

''رسیدی ٹکٹ'' میں امرتا پریتم نے لکھا ہے کہ میرا بیٹا پوچھتا ہے امی میں کہیں ساحر انکل کا بیٹا تو نہیں ہوں؟ وہ لکھتی ہے کہ ''جب وہ پیدا ہونے والا تھا تو میں ہر وقت ساحر کی تصویر دیکھتی تھی اس کے بارے میں سوچتی تھی تاکہ بیٹا بالکل ساحر جیسا ہو۔'' میں اتنی حیران ہوں اس کی سوانح حیات خود اس ہی کی لکھی ہوئی پڑھ کر کہ وہ کتنی سچی عورت ہے اور کس طرح ساحر کے لیے بالکل ایسے ہی سوچتی ہے جیسے میں رُودین کے لیے سوچتی ہوں۔ امرتا مذہب کی دیوار کو نہیں

مانتی۔ ساحر کے سلسلے میں اور میں بھی اپنے بڑوں کا نظریۂ سادات اور نظریہ رومی نہیں مانتی آپ کے لیے۔ مجھے تو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ آپ مجھ سے یا سیدوں اور رومیوں سے الگ کوئی چیز ہیں اور امرتا کی بات پڑھ کر میں نے سوچا' عہد کیا کہ میں بھی بس اسی طرح کروں گی.... تاکہ میرا بیٹا بھی کچھ تو میرا ہو سکے۔ آپ کے بیٹے جیسا ہو سکے کچھ تو.... مگر نہیں اس کے باوجود بھی مجھے لگتا ہے.... کہ صرف آپ کے بارے میں بہت سوچنے' صرف آپ کی تصویر ذہن میں رکھنے کے باوجود بھی.... وہ صرف ناصر کا بیٹا ہوگا میرا نہیں۔ گھر اور ہر چیز بھی بس ناصر کی ہوگی۔

اپریل کی بڑھتے چاند کی تاریخوں میں کسی تاریخ کو وہ ''واردات'' عمل میں آئے گی جس پر تحفہ دینے کے آپ خواہشمند ہیں۔ میں مطلع کردوں گی.... آپ کو خوشی ہوگی اس ''واردات'' پر؟ میری شادی پر؟

''نتالیہ''

تسلیمات!

اُف خدایا! مجھے بالکل احساس نہ تھا کہ آپ کے بیٹے کے حوالے سے کیا لکھ گئی ہوں۔ سوچتی ہوں کس کس طرح سے سوچنا سکھا دیا ہے آپ نے مجھے۔ میں جو اپنے خیالوں میں ایک بے فکر' لاپرواہ اور معصوم سی لڑکی تھی اور میں نے کبھی اپنے سوا کسی اور کے بارے میں کچھ سوچا ہی نہ تھا لیکن مجھے اب احساس ہوا ہے کہ جیسے آپ نے ذہنی طور پر مجھے ایک دم بہت بڑا بنا دیا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے میرا ذہن اب ایک معصوم لڑکی کا ذہن نہیں رہا بلکہ ایک دم ایک مکمل ''عورت'' کا ذہن بن گیا ہے۔ ورنہ میں ایسی بات اس طرح بلا سوچے سمجھے کیسے لکھ ڈالتی۔ پتہ نہیں کیوں میں اپنی کوئی بھی سوچ آپ سے چھپا نہیں سکتی ورنہ یہ بات کوئی لکھنے کی تھی اگر تھی بھی تو صرف سوچنے کی اور دل میں رکھنے کی تھی۔

زہے نصیب! کہ جناب اگر کہیں عرب وغیرہ میں شیخ ہوتے کچھ تو حرم

میں گنجائش پیدا کرتے لیکن یہ تو بتائیں جناب شیخ صاحب کہ آپ اپنے عوام کے لیے کیا کرتے؟ اور کیا داڑھی بھی رکھتے کیونکہ ایسا شیخ مجھے ذرا پسند نہ ہوتا جو داڑھی دار ہو اور خود شراب پیتا ہو جبکہ عوام پانی کو بھی ترستے ہوں۔

کتنی خوبصورت بات ہے کہ آپ مجھے کسی خاص نام میں قید نہیں دیکھتے۔ مجھے ایسا لگتا ہے خود بھی کہ جیسے کہیں بھی کسی بھی نام یا قومیت یا مذہب کی کوئی بھی لڑکی آپ کو ملی اور اچھی لگی تو جیسے وہ میں ہی تھی صرف میں تھی اور آئندہ بھی وہ میں ہی ہوں گی۔

''نتالیہ''

میری امیدوں' میرے خوابوں اور میری ذاتی مسرت میں کوئی بات مشترک نہیں.. محبت..میرے لیے نہیں میں اس کے قابل نہیں ہوں..میں بوڑھا ہو چکا ہوں..میں کسی کو اپنے عشق میں دیوانہ کیسے بنا سکتا ہوں..خدا کرے کہ میں خود ہی دیوانہ ہونے سے بچا رہوں..

''ترگنیف کے ''رودین'' میں سے''

جو بھی رودین ہوتے ہیں وہ دیوانے ہو کر رہتے ہیں' بچ نہیں سکتے..صرف ان کی دیوانگی کسی پر عیاں نہیں ہوتی جب تک کہ کہیں سے ایک نتالیہ نہ آ جائے..

بدخشانی گھوڑے پر سوار وہ شاید صرف ایک رودین کی تلاش میں ادھر آ نکلا تھا..اس کے چرمی تھیلے میں پچیس برس پیشتر لکھا گیا کوئی ایسا خط ہو سکتا تھا جو نتالیہ نے اپنے سرخ عروسی جوڑے کی کسی اندرونی کروٹ میں اس نیت سے سنبھالا ہو کہ وہ موقع ملنے پر اپنے خاوند سے پوشیدہ ہو کر اسے پوسٹ کر دے گی اور وہ نہ کر سکی..شاید بھول گئی..شاید مر گئی اور اس کے سیاہ رومی صندوق کی تہہ میں سے برآمد ہونے والے..اب تک اتنا بوسیدہ ہو چکے کہ اس کے تار ڈھیلے اور مردہ ہو چکے ہوں عروسی جوڑے کی اندرونی کروٹ میں سے کسی کے ہاتھ نے..شاید اس کی بیٹی کے جستجو کرتے ہاتھ نے اسے وہاں پایا ہو اور پوسٹ کر دیا ہو..شاید! شاید اس خط میں بالآخر اس نے ہار مان لی ہو اور اقرار کیا ہو کہ ایک سید زادی پر آیا ہوا جن اتر گیا ہے..وہ اس کی گرفت سے آزاد ہو کر ایک نئی اور سنہری کرنوں کے گوٹے سے آراستہ زندگی میں آزادی اور چھٹکارے کے ایک نئے احساس کے ساتھ داخل ہو رہی ہے..

وہ جولاہی نہیں رہی..

برنے کے پیڑ سے بندھے رسے کو اس نے اپنے پاؤں سے کھول کر خود آزاد کر لیا